خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
digest library.com

Digest Novels Lovers Group

تمہارے سنگ رہنا چاہتی ہوں

شاہین سجاد

میرے ہر دن کی جستجو تم ہو
میں جدھر دیکھوں، [illegible] تم ہو
ہم نہیں جانتے وفا کیا ہے
زندگی تم ہو، آرزو تم ہو

''سوری یار، میں یہ سب نہیں کرسکتا''۔ اس نے سنتے ہی صاف انکار کردیا۔

''پلیز شرجیل۔ یہ کام صرف تم ہی کرسکتے ہو''۔ خیام احمد نے اصرار کیا۔

''تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ سب کرنا اتنا آسان ہے۔ نہیں یار میں یہ سب نہیں کر پاؤں گا۔ تم اتنی بھاری ذمہ داری مجھ پر مت ڈالو یہ ناممکن ہے''۔ اس کا انداز دوٹوک تھا۔

''اگر تم چاہو تو ممکن ہے''۔ خیام نے بڑی امید سے شرجیل کو دیکھا۔

''یہ سب کہنا آسان ہے یار، مگر کرنا مشکل ہے۔ اور پھر یہ تین دن یا تین ماہ کی بات نہیں ہے۔ یہ تین برسوں کی بات ہے۔ سوری یار میں نہیں کرسکتا یہ سب اور پھر تم نے عائلہ سے بھی پوچھا ہے؟'' شرجیل کو عائلہ کا خیال آیا۔

''اس سے بھی بات کرلوں گا تم تو راضی ہوجاؤ''۔ اب کے خیام احمد نے دانت پیسے۔

''دیکھ یار تو میری دوستی کا امتحان کسی اور طریقے سے لے لو، مگر اتنی بڑی ذمہ داری میں نہیں اٹھا سکوں گا''۔ شرجیل کے انداز میں بے بسی تھی۔

''میں کچھ نہیں جانتا، بس تو یہ سب کرے گا''۔ خیام احمد کا لہجہ دوٹوک تھا اور شرجیل بے بس سی نظر اُس پر ڈال کر رہ گیا۔

''واٹ! تم ہوش میں تو ہو۔ جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟'' عائلہ تو اچھل ہی پڑی۔

''تم آرام سے میری پوری بات تو سن لو''۔ خیام احمد جھنجلا گئے۔

''کیا پوری بات سنوں۔ کوئی ڈھنگ کی بات بھی تو ہو۔ اب یہ کوئی بات ہے بھلا۔''

''تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو تمہیں میری بات ماننی ہوگی۔ اس کے سوا کوئی حل نہیں ہے میرے پاس''۔

''پلیز خیام، تم ایک بار ٹھنڈے دل سے سوچ تو لو۔ کیا یہ سب جو تم کرنا چاہتے ہو اتنا ہی آسان ہے''۔ عائلہ نے اسے سمجھانا چاہا۔

''اگر تم دونوں میرا ساتھ دو تو یہ بہت آسان ہے''۔ خیام کا لہجہ ڈرامائی تھا۔

''کیا مطلب؟'' اس کے انداز عائلہ کو چونکا

رہے تھے۔

''دیکھو عائلہ ڈیئر' یہ صرف پیپر میرج ہوگی اور بس۔تم لوگوں کے درمیان صرف کاغذی بندھن ہوگا۔ جب حالات سازگار ہوجائیں گے تو تم شرجیل سے طلاق لے لینا' پھر ہم شادی کرلیں گے''۔خیام احمد نے پورا پلان سمجھایا۔

''اگر شرجیل کی نیت بدل گئی تو؟'' عائلہ کو ڈر لگا ہوا تھا۔

''نہیں' ایسا نہیں ہوگا۔شرجیل پر مجھے اعتبار ہے۔وہ ایسا کچھ بھی نہیں کرے گا۔بس تم اب مان جاؤ پلیز عائلہ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا اور تمہارے پاپا تین سال انتظار نہیں کرسکیں گے''۔خیام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بے بسی سے کہا۔

''تم اپنے والدین کو راضی کرو۔ فی الحال صرف منگنی ہی کرلیں شادی بعد میں ہوجائے گی۔کم از کم لوگوں کے منہ بند ہوجائیں گے''۔ عائلہ نے اسے مناسب تجویز دی۔

''تم کیا سمجھتی ہو۔میں نے ممی پاپا سے بات نہیں کی ہوگی۔ میں نے ان سے یہی سب کہا تھا مگر پاپا نے صاف انکار کردیا کہ پہلے تم امریکہ جاؤ' ڈگری لے کر آؤ۔ کچھ بن کے دکھاؤ تو تب ہم تمہاری بات مان لیں گے ورنہ دوسری صورت میں میرا ان سے کوئی تعلق نہیں رہے گا''۔خیام احمد نے اپنی مجبوری بتائی۔

''تو ٹھیک ہے خیام' ہم شادی کرلیتے ہیں آخر ایک دن تو وہ مان ہی جائیں گے نا''۔

''نہیں عائلہ' یہ زندگی ہے۔گڈے گڑیا کا کھیل نہیں۔آسائشوں کے بغیر زندگی گزارنا بہت مشکل امر ہے اور میں کم از کم سسک کر زندگی گزارنا نہیں چاہتا ہوں اور نہ تمہیں روتی سسکتی زندگی دینا چاہتا ہوں۔ پلیز ہمارے بہتر مستقبل کی خاطر تم میری بات مان جاؤ''۔خیام نے اسے منانے کی ہر ممکن کوشش کی اور پھر کچھ پس وپیش کے بعد وہ مان گئی کہ مقابل خیام احمد تھا جو لفظوں کا جادوگر تھا۔

خیام احمد' شرجیل اور عائلہ خان تینوں اکٹھے یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔خیام اور شرجیل کی دوستی بہت پرانی تھی۔ خیام احمد کا تعلق ایک جدی پشتی رئیس خاندان سے تھا جبکہ شرجیل کا تعلق متوسط طبقے سے تھا مگر پھر بھی دونوں کے درمیان دوستی ہوگئی اور یوں یہ تعلق یونیورسٹی تک بھی قائم رہا تھا۔یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران کب شوخ وچنچل سی عائلہ خان خیام احمد کے دل میں بس گئی اسے خبر ہی نہ ہوئی۔ عائلہ خان کے والد بہت کامیاب بزنس مین تھے۔ عائلہ خان کو بھی خیام احمد پسند آیا تھا۔یوں ان کی محبت کا سفر جاری رہا۔شرجیل ان کی محبتوں کا خاموش تماشائی تھا۔

یونیورسٹی میں فائنل امتحانات ہونے تھے اور اس کے بعد سب نے اپنی اپنی راہ لینی تھی۔ عائلہ خان نے خیام احمد پر واضح کردیا تھا کہ اس کے کئی رشتے آئے ہوئے ہیں اور اس کے پاپا کسی ایک کو فائنل کردیں گے۔ وہ جلد از جلد اپنے والدین کو بھیجے۔ دوسری طرف خیام احمد کے والد رئیس نواز احمد اس کی شادی اپنے خاندان سے باہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔انہوں نے خیام سے صاف صاف کہہ دیا کہ پہلے وہ امریکہ جائے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرے۔ واپس آنے کے بعد وہ عائلہ خان سے اس کی شادی کریں گے۔ دوسری صورت میں خیام احمد کو اپنی تمام دولت و جائیداد سے عاق کردیں گے۔

خیام احمد جس نے ساری زندگی دولت میں

digest library.com

کھیلتے ہوئے گزاری تھی۔ وہ ان آسائشات کے بغیر رہنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ دوسری طرف عائلہ خان کو کھونا بھی نہیں چاہتا تھا۔ مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ عائلہ خان کے والد اتنا عرصہ انتظار نہیں کریں گے اور وہ بھی اس صورت میں جبکہ خیام احمد کوئی بندھن بھی نہیں باندھ کر جارہا تھا۔

خیام احمد نے سوچا کیوں نہ عائلہ اور شرجیل کا نکاح کردیا جائے جسٹ پیپر میرج اور جب وہ واپس آجائے گا تو یہ کاغذی بندھن ختم کرواکر عائلہ سے شادی کرلے گا۔ یوں اس نے دونوں کو بمشکل تمام راضی کیا اس نام نہاد بندھن کے لیے۔

کامران خان کو جب عائلہ کی پسند کا پتہ چلا تو انہوں نے اسے بلوا بھیجا۔

''آؤ بیٹھو''۔ کامران خان نے اسے کمرے کے دروازے میں کھڑے دیکھا تو کہہ اٹھے۔

وہ آہستگی سے چلتی ہوئی اندر آئی اور ان کے مقابل صوفے پر جابیٹھی۔ کامران خان کچھ دیر سوچتے رہے پھر ہنکارہ بھر کر کہہ اٹھے۔

''تو تم شرجیل سے شادی کرنا چاہتی ہو؟''

''جی پاپا''۔ اس نے جھکے سر کے ساتھ جواب دیا۔

''تم جانتی ہو شرجیل اسٹیٹس کے لحاظ سے ہم سے کم تر ہے''۔ کامران خان نے اس پر نظر جماتے ہوئے کہا۔

''جی پاپا میں جانتی ہوں۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے''۔ وہ دھیرے سے کہہ اٹھی۔

''فرق پڑتا ہے مائی چائلڈ۔ یہ کم حیثیت لوگ امیر لڑکیوں سے شادی صرف دولت کیلئے کرتے ہیں''۔

''نو پاپا۔ شرجیل ایسے نہیں ہیں۔ میں پچھلے دو برسوں سے انہیں جانتی ہوں۔ وہ بہت اچھے انسان ہیں''۔ عائلہ نے شرجیل کا دفاع کیا اور یہ حقیقت بھی تھی۔

''بیٹا تم نے آنکھوں پر محبت کی پٹی باندھ رکھی ہے جس کی وجہ سے تمہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔ میرا خیال ہے تم ایک مرتبہ پھر سوچ لو''۔ کامران خان نے اسے سمجھانا چاہا۔

''پاپا! کیا مجھے اپنی زندگی کے بارے میں سوچنے کا حق نہیں''۔ عائلہ نے آس بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

''کیوں نہیں بیٹا۔ زندگی تمہاری ہے تو تمہیں پورا حق حاصل ہے''۔ انہوں نے جلدی سے کہا۔

''تو پاپا آپ میرے اس فیصلے کو مان کیوں نہیں لیتے؟''

''دیکھو بیٹا ہم نے کبھی آپ پر اپنے فیصلے نہیں ٹھونسے۔ میں تنگ نظر نہیں ہوں لیکن بیٹا حقیقت پسند ہوں اور میری حقیقت پسندی کہتی ہے کہ شرجیل کا رشتہ تمہارے لیے مناسب نہیں۔ رشتے ہمیشہ ہم پلہ لوگوں میں مناسب رہتے ہیں''۔

''ضروری نہیں پاپا کہ رشتے ہمیشہ ہم پلہ لوگوں میں کامیاب ہوں''۔ عائلہ کو ان سے اختلاف ہوا۔

''اوکے اگر تمہاری یہی ضد ہے تو ٹھیک ہے تم شرجیل سے کہہ دو کہ وہ اپنے والدین کو رشتے کیلئے بھیج دے''۔ کامران خان نے رضامندی دے دی مگر ان کی آنکھیں کچھ اور سوچ رہی تھیں۔

عائلہ کے کہنے پر شرجیل نے اپنی امی اور ابو کو رشتے کیلئے بھیج دیا۔ شرجیل خود بھی ساتھ ہی آیا تھا۔ اسے ان بڑے لوگوں پر اعتبار نہیں تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں عائلہ کے والد اس کے امی ابو کی انسلٹ نہ

digest library.com

digest library.com

کر دیں اسی خوف کے پیش نظر وہ خود بھی ساتھ ہولیا۔

ملازم نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور خود کامران خان کو اطلاع دینے چلا گیا۔

''شرجیل بیٹا تم ایک بار پھر سوچ لو۔ وہ اتنے بڑے لوگ ہیں ہمیں رشتہ کیسے دے سکتے ہیں؟'' امی کو خوف سا محسوس ہوا۔ بابا بھی بے چین ہو رہے تھے۔

''السلام علیکم! قبل اس کے کہ شرجیل کوئی جواب دیتا کامران خان اندر داخل ہوئے۔ اُن کی شخصیت کے رعب نے تینوں کو یکدم کھڑا کر دیا۔

''بیٹھیے پلیز'' ۔ کامران خان نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر خود بھی بیٹھ گئے۔

ملازم چائے اور دیگر لوازمات ٹرالی میں رکھے چلا آیا اور سب کو چائے سرو کر کے چلا گیا۔

''تو آپ ہیں شرجیل کمال'' ۔ کامران خان نے براہ راست شرجیل کو مخاطب کیا۔

''جی سر'' ۔ شرجیل نے مؤدب انداز میں جواب دیا۔

''ہوں تو تم عائلہ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔ جانتے ہو برخوردار عائلہ میری اکلوتی بیٹی ہے اور میں نے اسے بہت نازونعم سے پالا ہے'' ۔ کامران خان نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔

''جی سر میں جانتا ہوں'' ۔ شرجیل نے سر جھکا کر جواب دیا۔

''کیا تم اسے وہ سب آسائشیں دے سکتے ہو؟'' کامران خان کا انداز بہت کٹیلا تھا۔

شرجیل کا جی چاہا۔ خیام احمد اور عائلہ خان پر لعنت بھیجے اور گھر کی راہ لے مگر دوستی پاؤں کی زنجیر بن گئی۔ امی اور بابا خاموش بیٹھے تھے۔

''یقیناً نہیں۔ میں اسے آپ جتنی آسائشیں تو نہیں دے سکتا ہاں مگر خوشی دے سکتا ہوں۔ محبت دے سکتا ہوں'' ۔ شرجیل نے پرعزم لہجے میں کہا۔

''ہونہہ!'' کامران خان ہنکارہ بھر کر رہ گئے۔

''میں نے آج تک اپنی بیٹی کی کوئی خواہش نہیں ٹالی۔ اگر وہ تم سے شادی کرنا چاہتی ہے تو شوق سے کرے مگر میری بھی ایک شرط ہے'' ۔ کامران خان کے سرد انداز نے انہیں چونکا دیا۔

''کیسی شرط کامران صاحب؟'' کمال صاحب نے پہلی بار زبان کھولی۔

''عائلہ کو جہیز میں کچھ نہیں ملے گا'' ۔ کامران خان کے لب ولہجہ نے شرجیل کے اندر آگ بھر دی۔ اس کا چہرہ مارے تذلیل کے سرخ ہو گیا۔ گویا کامران خان انہیں دولت کا بھوکا سمجھ بیٹھا تھا۔

''سر آپ اگر عائلہ کو کچھ دیتے بھی تو میں ہرگز لے کر نہ جاتا'' ۔ میں اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ بیوی کو سیڑھی بنا کر ترقی کروں۔ ابھی میرے بازوؤں میں دم ہے'' ۔ شرجیل کا جی چاہا کھری کھری سنا دے مگر ادب ملحوظ تھا۔

''بس تو پھر ٹھیک ہے۔ جمعے کو برأت لے آئیں'' ۔ کامران خان نے فیصلہ کن انداز میں کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ شرجیل اور اس کے والدین بھی کھڑے ہو گئے۔ ان کے لیے یہی بہت تھا کہ کامران خان مان گئے تھے۔ انہیں ویسے بھی اپنے بیٹے کی پسند سے سروکار تھا۔ اس کی بیوی کو ملنے والے جہیز سے نہیں۔ وہ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ عائلہ خان ان کے بیٹے کی پسند ہے۔ انہیں باقی کے حالات کا علم نہیں تھا۔

سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ عائلہ حیران رہ

گئی اور جمعے کی شام کو وہ عائلہ خان سے مسز عائلہ شرجیل بن گئی۔ شرجیل کے گھر والے سارے رسموں میں بہت دل سے شریک تھے جبکہ کامران خان مارے بندھے یہ سارے فنکشن نمٹا رہے تھے۔

عائلہ کو دکھ تو بہت تھا کہ اس نے پاپا کو دھوکا دیا۔ ابھی تو وہ شرجیل کے ساتھ شادی پر ناخوش ہیں۔ جب انہیں پتہ چلے گا کہ یہ شادی ایک جھوٹ ہے۔ فریب ہے تو پتہ نہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

شرجیل کا بھائی راحیل، بہن عروسہ اور تایا زاد بہن ندا شادی کی ہر تقریب پر پیش پیش تھے۔ آخر ان کے اکلوتے بھائی کی شادی تھی۔ ندا اور عروسہ نے تو جی بھر کر ارمان نکالے تھے۔

عائلہ رخصتی کے وقت پاپا کے گلے لگ کر خوب روئی۔ پاپا بھی آبدیدہ ہوگئے آخر کو عائلہ ان کی اکلوتی اولاد تھی۔

عائلہ کو بڑے آرام سے گاڑی سے نکالا گیا۔ اسے ایک طرف سے عروسہ نے پکڑ رکھا تھا اور دوسری طرف سے راحیل اس کا سایہ بنا ہوا تھا۔

"کیا ہے راحی۔ ہٹو بھی۔ میں بھابی کو اندر لے جاؤں"۔ ندا کو راحیل سے چڑ تھی۔

"کیوں تم کیا انہیں کندھوں پر سوار کر کے لے جاؤ گی"۔ راحیل تپ ہی تو گیا۔

"شٹ اپ! یہ لڑکیوں والے کام لڑکیوں کے لیے ہی رہنے دو"۔ ندا نے اسے پھر جلایا۔

"یہ کون سی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ کام لڑکے نہیں کر سکتے۔ میں ان کا اکلوتا دیور ہوں"۔ راحیل بھی فل موڈ میں تھا۔

ندا کو تاؤ تو بہت آیا مگر خاموش رہی۔ راحیل نے اس کا منہ چڑایا۔ ندا نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ راحیل مسکرا دیا۔

عائلہ کو آرام دہ طریقے سے بٹھا کر عروسہ، راحیل اور ندا اس کے آس پاس بیٹھ گئے۔ زیادہ تر مہمان شادی ہال سے ہی واپس چلے گئے تھے۔ اب صرف گھر کے لوگ ہی رہ گئے تھے۔

"بھابھی! یہ جو عروسہ اور ندا ہیں ان سے ذرا بچ کر رہیے گا پورے بی جمالو ہیں دونوں"۔ راحیل نے شرارتی انداز میں کہا تو دونوں کو پتنگے لگ گئے۔

"کیا کیا ہم تمہیں بی جمالو نظر آ رہی ہیں۔ ہم دو حسین اور معصوم لڑکیاں تمہیں، بی جمالو لگتی ہیں"۔ ندا نے خونخوار نظروں سے گھورا۔ عروسہ کے تیور بھی خاصے خطرناک تھے۔

"حسین اور معصوم۔ ارے خدا کی پناہ۔ لڑکیو! کیوں قیامت سے پہلے قیامت لانے کے درپے ہو۔ کچھ ہمارے بھیا جی کا خیال کرلو۔ ابھی تو انہوں نے بھابی جان کا منہ بھی نہیں دیکھا"۔ راحیل نے شرارت کی انتہا کر دی اور دونوں نے کشن اٹھا اٹھا کر اسے دے مارے۔ عائلہ ان کی ان شرارتوں سے محظوظ ہوتی رہی۔

"ارے بچو! دلہن کو سانس تو لینے دو۔ تم لوگوں نے تو آتے ہی اسے بوکھلا دیا ہے"۔ امی نے عائلہ کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہاں امی۔ ہم نے بھلا کیا کیا ہے۔ ہم تو ان کا دل بہلا رہے ہیں"۔ راحیل نے عائلہ کو دیکھتے ہوئے شرارتی انداز میں کہا۔

"بس بس زیادہ مذاق نہیں۔ چلو عروسہ اور ندا، عائلہ کو اندر کمرے میں لے جاؤ۔ تھک گئی ہوگی"۔ امی نے حکم جاری کیا۔ ندا اور عروسہ نے عائلہ کو سہارا دے کر اٹھایا۔ بھاری کپڑوں میں عائلہ سے چلنا مشکل ہو رہا تھا اوپر سے زیورات نے عجیب

digest library.com

الجھن میں ڈال رکھا تھا۔ لیکن اس سج دھج سے تیار بھی تو نہ ہوئی تھی۔ دونوں اسے کمرے میں لے آئیں۔

کمرہ بہت خوبصورت طریقے سے سجایا گیا تھا۔ جابجا سرخ پھول کمرے کی خوبصورتی میں اضافہ کررہے تھے۔ عروسہ اور ندا نے اسے بیڈ پر آرام دہ انداز میں بٹھایا اور خود اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئیں۔

''تم لوگ یہاں کیا کررہی ہو، چلو نکلو یہاں سے''۔ راحیل پھر آدھمکا۔

''کیوں تمہیں کیوں مروڑ اٹھ رہے ہیں۔ ہمارے یہاں بیٹھنے سے''۔ ندا نے بھی جوابی حملہ کیا۔

''تم لوگ یہاں سے نکلو گی تو بھائی جان کمرے میں تشریف لائیں گے ناں!'' راحیل نے موقع کی نزاکت کا احساس دلایا۔

''یونہی نکلیں۔ بغیر کسی محصول کے بغیر کسی ٹیکس کے''۔ دونوں نے یک زبان ہوکر کہا۔

''کیا مطلب؟ تم لوگ یہاں لوٹنے کے چکر میں ہو''۔ راحیل نے آنکھیں نکالیں۔

''بالکل یہی تو موقع ہے بھائی جان کی جیب ہلکی کرنے کا''۔ دونوں مسکرارہی تھیں۔

''اگر یہ بات ہے تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوں''۔ راحیل نے زندگی میں پہلی بار ان کے ساتھ اتحاد کیا۔ اب تینوں دروازے کے باہر راستہ روکے کھڑے تھے۔ شرجیل اپنے کمرے کی طرف آیا تو ان تینوں کو چوکیداری کرتے دیکھ کر چونک گیا۔

''ہیں یہ تم تینوں کیوں پہرہ دے رہے ہو؟'' شرجیل نے حیرانگی سے پوچھا۔

''اجی ہم تو آپکا انتظار کررہے تھے''۔ جواب اسٹائل سے آیا۔

''میرا انتظار، مگر کیوں؟'' شرجیل اب بھی نہیں سمجھا۔

''اپنا حصہ وصول کرنے کیلیے''۔ تینوں کا انداز اب بھی مبہم تھا۔

''کیسا حصہ، کونسا حصہ؟ بھئی میں نے کونسی جائیداد ضبط کرلی ہے جو تم لوگ حصہ مانگنے آ گئے''۔ شرجیل ان کی غیر واضح گفتگو سے چڑ گیا۔

''اندر کمرے میں جانے کے لیے آپ کو ہمیں ٹیکس دینا ہوگا''۔ اب کے جواب ذرا واضح کیا۔

''کیا؟ میں اپنے کمرے میں جانے کے لیے آپ لوگوں کو ٹیکس دوں گا''۔ شرجیل چلایا۔ اب تو اسے بھی ان تینوں کو تنگ کرنے میں مزہ آنے لگا۔

''جی بالکل''۔ تینوں کورس میں بولے۔

''اوکے یہ لو۔ تم لوگ بھی کیا یاد کروگے۔ کس نخی سے پالا پڑا ہے''۔ شرجیل نے پانچ پانچ کے تین سکے نکال کر ان کی طرف بڑھائے۔

''ہیں؟ ہم بھیک نہیں مانگ رہے بھائی جان، اپنا نیگ مانگ رہے ہیں''۔ عروسہ اور ندا منہ بسور کر بولیں۔ راحیل نے منہ سے سکہ جیب میں ڈال دیا۔

''یہ لڑکے کب سے نیگ مانگنے لگے؟'' اب کے راحیل پہ چوٹ کی۔

''چلتا ہے، سب چلتا ہے بھائی صاحب۔ اب آپ ٹالیں مت جلدی سے پیسے نکالیں ورنہ ہم اندر جاکر کمرہ لاک کردیں گے''۔ راحیل نے دھمکی دی۔

آخر خوب تنگ کرنے کے بعد اس نے تینوں کو پیسے دیئے اور کمرے میں چلا آیا۔

digest library.com

تھکن سے برا حال تھا۔ عائلہ بیڈ سے نیچے اتر آئی۔اس نے عائلہ کی طرف دیکھا اور نظر نے پلٹنے سے انکار کر دیا۔اس نے بمشکل نظریں چرائیں۔

''عائلہ آپ کپڑے چینج کر کے ایزی ہو جائیں''۔اس نے رخ موڑ کر اسے مخاطب کیا۔

یہ وقت شرجیل کے لیے بھاری تھا۔ بے شک یہ شادی پیپر میرج تھی۔مگر اس کا یہ قاتل روپ۔ یہ سجی ہوئی سیج۔ یہ خوابناک ماحول' یہ سب تو آن پیپر نہیں تھا۔اس حسین رات کے فسوں سے نظریں چرانا شرجیل کو ایک مشکل ترین امر لگ رہا تھا۔

کہاں پھنسا دیا تو نے خیام احمد۔ بڑا خوار کرے گی تیری دوستی۔خود تو بھاگ گئے مجھے لے کر مروا دیا۔

عائلہ سادہ کاٹن کا سوٹ پہن کر باہر نکلی۔اسے خود بھی رات کے اس کمرے میں شرجیل کے ساتھ تنہا رہنے میں شرم محسوس ہو رہی تھی مگر کیا کرتی وہ الگ کمرے میں بھی تو نہیں رہ سکتی تھی۔

''آپ آرام سے سو جائیں''۔ شرجیل واش روم کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

وہ کمروں کے بیچوں بیچ کھڑی تھی۔آخر کہاں جائے۔آخر اس نے بیڈ سے تکیہ اٹھایا اور صوفے کی طرف بڑھ گئی۔

شرجیل باہر نکلا اور اسے صوفے پر تکیہ رکھتے دیکھ کر حیران ہوا اور آگے بڑھا۔

''ارے یہ آپ کیا کر رہی ہیں' آپ میری مہمان ہیں۔آپ بیڈ پر ایزی ہو کر سو جائیں، میں یہاں صوفے پر سو جاؤں گا۔ پلیز''۔شرجیل نے اسے بیڈ کی طرف موڑا اور خود صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔

''عائلہ پلیز آپ بے خوف ہو کر سو جائیں۔ میں خائن نہیں ہوں۔ جانتا ہوں کہ آپ یہاں میرے پاس میرے دوست کی امانت ہیں۔لہٰذا میری طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں''۔شرجیل نے اس کی آنکھوں میں تردد دیکھ لیا تھا۔ عائلہ شرمندہ ہو گئی۔

''سوری شرجیل۔ہم دونوں نے آپ کو مشکل میں ڈال دیا ہے''۔عائلہ کو واقعی شرجیل پر ترس آیا۔

''کوئی بات نہیں۔ دوست ہی دوست کے کام آتے ہیں۔آپ آرام سے سو جائیں۔ میں بھی بہت تھکا ہوا ہوں اور آرام کرنا چاہتا ہوں''۔اس نے تکیہ درست کیا۔پھر کچھ یاد آنے پر پلٹا۔

''سوری اس شادی کے بھی کچھ تقاضے ہیں جنہیں دنیا داری کیلیے نبھانا پڑے گا۔یہ آپ کی منہ دکھائی کا تحفہ۔ صبح عروسہ اور ندا لازماً آپ سے پوچھیں گی۔اس نے ایک ڈبیہ خاموشی سے اس کی طرف بڑھائی۔ عائلہ نے خاموشی سے تھام لی۔ کھول کر دیکھا تو خوبصورت رنگ تھی۔اس نے اسے پہن لیا۔واقعی دنیا داری بھی تو نبھانی تھی۔ پھر دونوں ہی خاموشی سے اپنے اپنے ٹھکانے کی طرف بڑھے اور یوں یہ پرفسوں رات ان کے برف جذبوں کو چھوئے بغیر گزر گئی۔

صبح کوئی ہلچل پیدا کیے بغیر طلوع ہوئی۔شرجیل باتھ لینے کے بعد کپڑے چینج کر کے نکل گیا۔عائلہ نے بھی کپڑے چینج کیے اور اب بیٹھی بال سلجھا رہی تھی کہ عروسہ اور ندا ہنستی ہوئی آئیں۔

''صبح بخیر بھائی جان''۔ عروسہ نے اس کے گال پر پیار کیا۔ندا بھی گلے میں لٹک گئی۔

''صبح بخیر''۔عائلہ مسکرا دی۔

''پہلے وہ گفٹ تو دکھائیے جو بھائی جان نے آپ کو منہ دکھائی میں دیا ہے''۔عروسہ کو جان لینے

کی جلدی تھی۔ عائلہ نے مسکراتے ہوئے ہاتھ سامنے کردیا۔ انگوٹھی اس کے ہاتھ میں جگمگ جگمگ کررہی تھی۔

''بیوٹی فل''۔ دونوں نے تعریف کی۔

''ویسے کیا کیا باتیں ہوئیں بھائی جان سے؟'' ندا نے شرارت سے کہا تو عائلہ نے جھینپ کر اسے دھپ رسید کی۔

''بے شرم۔ تم ابھی بچی ہو''۔ عائلہ نے اسے شرم دلائی۔

''کیا ہے بھابی۔ اب اتنی بھی بچی نہیں ہوں''۔ ندا نے منہ بسورا۔

''کوئی فضول سوال نہیں ہوگا۔ چلو اٹھو تم دونوں یہاں سے''۔ عائلہ نے دونوں کو زبردستی اٹھانے کی کوشش کی مگر دونوں ہی چپک گئیں۔

''یار بھابی آپ تو ابھی سے ظالم بھابی کا رول پلے کررہی ہیں''۔ ندا نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی۔

''اور کیا میں تمہارے تصور سے بھی زیادہ خطرناک ہوں''۔ عائلہ نے بھی ڈرایا۔ اسے یہ دونوں شرارتی لڑکیاں اچھی لگی تھیں۔ سو دوستی کرنے میں ذرا دیر نہیں لگائی۔ آخر وقت کو کسی سہارے کا ٹنا بھی تو تھا۔

ولیمے کا فنکشن رات کو تھا۔ شرجیل کے والد نے فنکشن گھر میں رکھا تھا۔ عروسہ اور ندا نے عائلہ کو تیار کروایا ساتھ ساتھ نوک جھونک بھی جاری تھی۔ یہ راحیل بھی بیچ میں لقمہ دے جاتا۔ راحیل کی نظریں بنی سنوری ندا پر اٹک اٹک جاتیں مگر اس نے کسی کو کوئی تاثر نہیں دیا۔

شرجیل کی امی نے عائلہ کیلیے ولیمے پر رائل بلیو کلر کا لہنگا بنوایا تھا۔ عروسہ اور ندا نے خوب اچھی طرح اسے سنوارا تھا اور وہ تو تھی ہی خوبصورت ذرا سی محنت سے اور نکھر گئی۔ شرجیل نے اسے بنے سنورے دیکھا تو دل بے ایمان ہونے لگا۔ اس نے خود کو ڈانٹ دیا۔

''خود کو سنبھالو شرجیل کمال۔ اس کا یہ سجا سنورا روپ تمہارے لیے نہیں۔ یہ سب ایک فریب ہے اور تم اس فریب میں مت آؤ''۔ دماغ اسے سمجھا رہا تھا اور دل کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ اس نے عائلہ کے دلکش سراپے سے نظر چرائی۔

کامران خان ولیمے میں شریک ہوئے تھے مگر بجھے دل کے ساتھ۔ عائلہ کو بہت شرمندگی ہورہی تھی۔ پاپا کو بھی دکھ دیا اور اتنے پرخلوص لوگوں کو بھی دھوکا دے رہی ہوں۔ اسے خود سے نفرت ہورہی تھی کیونکہ شرجیل کے گھر والے اسے ہاتھوں ہاتھ لے رہے تھے اور جب ان لوگوں پر میری اصلیت آشکار ہوگی تو کیا ہوگا۔ عائلہ کو یہ سوچ پریشان کررہی تھی۔

فنکشن بہت شاندار رہا جس کا سارا کریڈٹ راحیل اور اس کے دوستوں کو جاتا تھا جنہوں نے لان اور اسٹیج کو بہت خوبصورت انداز میں سجایا تھا۔ مصنوعی لائٹوں نے دن کا سماں باندھ دیا تھا۔ رات گئے فنکشن ختم ہوا تو سب ہی تھکاوٹ سے چور تھے اور جس کو جہاں جگہ ملی وہیں پاؤں پسار گیا۔

شادی کے ہنگامے ختم ہوئے تو زندگی اپنے معمول پر آ گئی۔ عروسہ اور راحیل نے اپنے اپنے کالج اور یونیورسٹی جانا شروع کردیا۔ ندا اور عروسہ بی ایس سی کررہی تھیں جبکہ راحیل ایم بی اے کے فرسٹ ایئر میں تھا۔ شرجیل کو ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب مل گئی تھی۔ وہ صبح ہی صبح آفس چلے جاتے۔ ابا جان تایا ابو کی طرف چلے جاتے۔ گھر میں لے دے کر امی اور عائلہ رہ جاتیں۔

digest library.com

عائلہ امی جان کے پاس آ جاتی۔ دونوں باتیں بھی کرتیں اور چھوٹے چھوٹے کام بھی نمٹاتیں۔ عائلہ نے گھر کے چھوٹے موٹے کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ امی نے سختی سے منع کیا کہ ابھی دو تین مہینے تم آرام کرو مگر اسے اچھا نہیں لگتا تھا کہ وہ ان لوگوں کو یوں زیر بار کرے۔ کم از کم اپنے رہنے کا حق تو ادا کر دیتی۔

شرجیل آفس سے آئے تو عائلہ اس کے لیے چائے بنا کر لے آئی۔ دونوں ہی گھر والوں کے سامنے احتیاط برتتے تھے۔

''تھینکس'' شرجیل نے چائے لی۔ ''واقعی چائے کی بہت طلب ہو رہی تھی''۔ عائلہ مسکرا دی۔

''آج خیام کا فون آیا تھا''۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد شرجیل گویا ہوا۔ عائلہ چونک پڑی۔

''ہوں...... کیا کہہ رہا تھا؟'' شرجیل کو محسوس ہوا عائلہ کا جوش ماند تھا۔

''تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ وہ تمہارے لیے بہت پریشان تھا۔ میں نے اسے تسلی دی کہ تم بالکل ٹھیک ہو''۔ شرجیل کی بات پر عائلہ کے ہونٹوں پر زہر خند مسکراہٹ بکھر گئی۔

''وہ کہہ رہا تھا کہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ اپنے لیے کام بھی تلاش کر رہا ہوں تا کہ جلد از جلد سیٹل ہو جاؤں اور تمہیں جلد از جلد بلا سکے''۔ یہ سب کہتے ہوئے شرجیل کی آنکھوں کی اداسی گہری ہونے لگی اور شام تو عائلہ کے دل میں بھی اترنے لگی تھی تاہم وہ اس سارے عرصے میں خاموش ہی رہی۔

''کیا بات ہے میں کب سے باتیں کیے جا رہا ہوں اور تم بالکل خاموش ہو''۔ شرجیل نے اس کی چپ کو محسوس کیا۔

''ہوں...... کچھ نہیں میں ذرا امی کے پاس جا رہی ہوں''۔ عائلہ نے کہا اور فوراً کمرے سے باہر نکلی۔ شرجیل اس کے رویے کو سمجھ نہ سکا۔ پھر کندھے اچکا کر رہ گیا۔

عائلہ کتاب میں بری طرح غرق تھی۔ جب پیچھے سے ندا نے 'ہُو' کی آواز نکالی۔ کتاب عائلہ کے ہاتھ سے دور جا گری۔ ندا کھلکھلائی۔

''ندا کی بچی! تم نے تو مجھے ڈرا دیا''۔ عائلہ نے اس کی پیٹھ پر دھپ لگائی۔

''ہم ہیں ہی اس قابل کہ لوگوں کو ڈراتے رہیں''۔ ندا نے کالر کھڑے کیے۔

''زیادہ اترانے کی ضرورت نہیں''۔ عائلہ نے گھورا۔

''یہ عروسہ صاحبہ کہاں ہیں؟'' ندا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''صرف عروسہ کا پوچھ رہی ہو یا؟'' عائلہ نے بات ادھوری چھوڑی۔

''ہیں کیا مطلب کیا پورے محلے کے بارے میں پوچھوں گی؟'' وہ بھی ندا تھی مجال ہے جو کسی بات کا صحیح جواب دے دیتی۔

''پورے محلے کی تو نہیں مگر کسی ایک کے بارے میں تو پوچھنا چاہیے نا!'' عائلہ نے بے نیازی سے کہا۔

''یہ کسی ایک سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کرنا پسند کریں گی آپ قابل قدر خاتون''۔ ندا نے ایک ادا سے پوچھا۔

''یہ تم لوگ کس بحث میں الجھے ہوئے ہو''۔ عروسہ ہاتھ سے بالوں کو سمیٹتی چلی آئی۔ آنکھیں نیند کے خمار میں ابھی بھی ڈوبی ہوئی تھیں۔

''یہ تم کیا سارا سارا دن سوئی رہتی ہو''۔ ندا نے اس کو سخت سست کہا۔

''اب تمہاری طرح گھر گھر پھرنے سے تو رہی''۔ عروسہ نے جوابی حملہ کیا۔

''میں کیوں گھر' گھر پھروں۔ میں تو اپنے چچا جان کے گھر آتی ہوں''۔

''چچا جان کے گھر والوں کو بھی کبھی کبھی چین سے رہنے دیا کرو''۔ راحیل نے اس کا آخری جملہ سنتے ہوئے فائر کیا۔

''یہ تم کیوں ہماری باتوں کو چھپ چھپ کر سن رہے تھے''۔ اب کے توپوں کا رخ اس کی طرف مڑا۔

''چھپ چھپ کر اللہ توبہ۔ خدا کو مانو بی بی تمہاری آواز کا بھونپو تو اس گھر میں سنا جائے۔ مجھ بیچارے کا بھلا کیا قصور ہے''۔ راحیل نے اس پر زبردست چوٹ کی اور اب تلملانے کی باری ندا کی تھی۔

''کیا کیا تم میری اتنی سریلی آواز کو بھونپو کہہ رہے ہو''۔ ندا تو صدمے کی کیفیت میں آ گئی۔

''اللہ رے یہ تجاہل عارفانہ''۔ راحیل نے طنزیہ کہا۔

''ھیلو ایوری باڈی''۔ قبل اس کے کہ یہ جھڑپ جنگ عظیم سوئم کی شکل اختیار کرتی شرجیل نے انٹری دی۔

''وعلیکم ھیلو''۔ سب نے کورس میں جواب دیا۔

''تم لوگ کبھی نہیں سدھرو گے''۔ شرجیل نے تینوں کو پیار سے دیکھا۔

''سدھر کے کرنا بھی کیا ہے بھائی جان''۔ راحیل نے لاپروائی سے کہا۔

''ہاں بھلا سدھر کے کونسی عقل مندوں کی ڈگری لینی ہے''۔ ندا نے پھر چوٹ کی۔

''دیکھو لڑکی مجھے چھیڑو مت''۔ راحیل نے انتباہ کیا۔

''اوہو۔ اب ندا اعظم آپ جیسوں کو چھیڑے گی''۔ ندا کے انداز میں شرارت تھی۔ راحیل نے اس پر گھورنے پر اکتفا کیا۔ باقی لوگ اس نوک جھونک سے محظوظ ہوتے رہے۔

صدیقی انٹر پرائزز کے مالک رحمان صدیقی شرجیل کی کارکردگی سے بہت مطمئن تھے۔ شرجیل جس لگن اور محنت سے کام کررہے تھے اس نے رحمان صاحب کو بہت متاثر کیا تھا۔ انہوں نے شرجیل کو اپنے آفس میں بلوا بھیجا۔

''مے آئی کم ان سر؟'' شرجیل نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔

''اویس ینگ مین کم ان پلیز''۔ رحمان صدیقی نے خوشی سے اسے ویلکم کیا۔ ''براہ کرم تشریف رکھیے''۔ رحمان صاحب نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

digest library.com

''تھینک یو سر''۔ شرجیل مودب ہوکر بیٹھ گیا۔

''مسٹر شرجیل۔ تم نے بہت کم عرصے میں اپنی محنت اور لگن کے بل بوتے پر اپنا آپ منوایا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم بہت ترقی کرو گے''۔

''تھینک یو سر''۔ شرجیل نے انکساری سے کہا۔

''میں محنتی لوگوں کی قدر کرتا ہوں شرجیل۔ آج سے آپ پراڈکٹ برانچ میں جنرل منیجر کے عہدے پر کام کریں گے''۔ رحمان صدیقی نے اسے ٹائپ شدہ لیٹر دیتے ہوئے کہا۔

''جناب بہت بہت شکریہ۔ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے''۔ شرجیل بہت زیادہ خوش ہوا۔

''تو ینگ مین یہ سب آپ کا حق ہے۔ تم جیسے

نوجوانوں کے لیے ہی اقبال نے کہا ہے کہ

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پر جو ڈالتے ہیں کمند

اور تم ایک دن بہت بلندی پر جاؤ گے انشاء اللہ۔ اگر اسی طرح محنت کرتے رہے''۔ رحمان صدیقی نے اس کی ہمت بندھائی۔

''انشاء اللہ سر۔ آپ جیسے بزرگوں کی سرپرستی حاصل رہی تو میں ضرور کامیابی کا سفر طے کرتا رہوں گا''۔ شرجیل کے لہجے میں عزم بول رہا تھا۔

''انشاء اللہ......!'' صدیقی صاحب نے بھی اس کی تائید کی۔

کامران خان کو شرجیل کی کامیابیوں کا پتہ صدیقی صاحب سے چلتا رہتا تھا جو کہ کامران خان کے دوست تھے۔ اب کامران خان کو بھی احساس ہونے لگا تھا کہ انہوں نے ہیرے کی قدر نہیں کی۔ شرجیل ان کی دولت سے نہیں بلکہ ان کی بیٹی سے پیار کرتا تھا ورنہ اب تک اپنی اصلیت دکھا چکا ہوتا۔

کامران خان کی رائے شرجیل کے بارے میں بدلی تو وہ فوراً اس کے گھر چلے آئے۔

گیٹ پر راحیل سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بہت گرمجوشی سے استقبال کیا۔

''السلام علیکم انکل''۔ راحیل نے ان سے مصافحہ کیا۔

''وعلیکم السلام۔ کیسے ہو بیٹا؟'' کامران خان نے بھی شفقت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

''فائن انکل! آیئے اندر چلتے ہیں''۔ راحیل اسے لے کر اندر چلا آیا۔

صحن عبور کرکے وہ جونہی برآمدے میں داخل ہوئے ان کا سامنا عائلہ سے ہو گیا۔ عائلہ بت بنی انہیں دیکھتی رہی۔ کامران خان نے اپنے بازو وا کردیے اور وہ کسی بچی کی طرح ان کے بازوؤں میں سما گئی اور ان کے سینے سے لگ کر بے اختیار رو دی۔ کئی دنوں بعد دیکھا تھا ان کو۔

''پاپا کیا آپ کو میری یاد بھی نہیں آتی؟'' عائلہ نے شکوہ کیا۔

''یاد تو بہت آتی رہی مگر خود پر ضبط کے پہرے بٹھادیے تھے۔ تم بتاؤ پاپا کو مس کیا تھا؟'' کامران خان نے اسے پیار سے ساتھ لگاتے ہوئے پوچھا

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے پاپا''۔

''السلام علیکم بھائی صاحب''۔ امی جان کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو چلی آئیں۔

''وعلیکم السلام بہن جی۔ کیسے مزاج ہیں؟'' کامران خان نے بھی پرتپاک جواب دیا۔

''اللہ کا شکر ہے۔ آپ نے تو عائلہ بیٹی کو بالکل ہی بھلا دیا بھائی صاحب''۔ انہوں نے بھی ہلکا سا شکوہ کیا۔

digest library.com

''ارے نہیں بہن جی میں تو صرف اپنا ضبط آزما رہا تھا''۔ وہ ہنس دیئے۔ ''اور سنائیں کمال صاحب کیسے ہیں۔ شرجیل بیٹا گھر پر نہیں ہے کیا۔ انہوں نے بیک وقت کمال صاحب اور شرجیل کے بارے میں پوچھا۔

''ابو تو اپنے کسی جاننے والے کی طرف گئے ہیں اور شرجیل ابھی آفس سے نہیں لوٹے''۔ عائلہ نے جواب دیا۔ اتنے میں عروسہ چائے اور دیگر لوازمات ٹرالی میں سجائے لے آئی۔

''السلام علیکم انکل''۔ عروسہ نے ادب سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام بیٹا''۔ کامران خان نے شفقت

سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔
عائلہ نے اٹھ کر سب کو چائے سرو کی اور سب ہی چائے کے دوران ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگے۔ کامران خان کو لگا ان کی بیٹی واقعی اچھے لوگوں میں آ گئی ہے جہاں محبت ہے' سکون ہے' اطمینان ہے۔ واقعی دولت ہی سب کچھ نہیں ہوتی۔ وہ بہت مطمئن ہوگئے تھے۔ اتنے میں شرجیل بھی چلا آیا۔
کامران خان کو دیکھ کر حیرت زدہ تو ہوا مگر ظاہر نہیں کیا اور آگے بڑھ کر بڑے ادب سے سلام کیا۔ کامران خان نے بڑھ کر اسے گلے لگالیا اور کافی دیر اسے ساتھ لگائے رکھا۔
پھر عائلہ اور مسز کمال نے کامران خان کو رات کے کھانے پر روک لیا۔ ندا اور اس کے گھر والے بھی چلے آئے یوں خوب رونق لگ گئی۔ عائلہ بہت خوش تھی آج ہی تو دل و روح سے ایک بوجھ اترتا محسوس ہوا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد کامران خان نے سب سے اجازت چاہی اور گھر چلے گئے۔
شرجیل کمرے میں آیا تو عائلہ اس کے آفس کے لیے کپڑے پریس کر رہی تھی۔ وہ اس کے سارے کام خود کرتی تھی۔
''عائلہ پلیز' مجھے اچھا نہیں لگتا آپ کا یہ کام کرنا''۔ شرجیل نے اسے منع کیا۔
''کیوں' جب تک میں یہاں ہوں کام تو کرنا ہی پڑے گا''۔ اس نے بے نیازی سے کہا۔
''پھر بھی مجھے اچھا نہیں لگتا''۔ شرجیل بضد تھا۔
''اچھا تو مجھے بھی نہیں لگتا کہ میں آپ کے ہاں رہوں۔ کھاؤں پیؤں اور یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہوں''۔ اس نے بھی دوبدو جواب دیا۔
''جب تک تم میرے نکاح میں ہو تمہاری ساری ضرورتیں پوری کرنا میرا فرض ہے''۔ شرجیل کو اس کا یوں سب کہنا اچھا نہیں لگا۔
''جب تک میں آپ کے نکاح میں ہوں۔ آپ کے کام کرنا میرا فرض ہے''۔ عائلہ نے اسی کے انداز میں جواب دے کر اسے لاجواب کر دیا۔ شرجیل چپ ہوگیا اور کتاب ہاتھ میں لے کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔
کافی دیر بعد عائلہ فارغ ہوئی تو سونے کے لیے لیٹ گئی۔ وہ بھی آنکھوں پر ہاتھ رکھے سونے کی کوشش کرنے لگا۔
''عائلہ بیٹا! آپ لوگ شام کو تیار ہو جائیں۔ اعظم بھائی کی طرف جانا ہے۔ بھابی نے بلاوا بھیجا ہے''۔ امی نے عائلہ سے کہا جو شام کی چائے بنا رہی تھی۔ ساتھ ہی عروسہ کھڑی پکوڑے تل رہی تھی۔
''کوئی خاص بات ہے امی جو سب کو اس طرح بلایا ہے؟'' عروسہ نے عائلہ کے دل کی بات پوچھ لی۔
''ہاں خاص ہی ہے۔ ندا کو دیکھنے کچھ لوگ آ رہے ہیں۔ اس لیے وہ چاہتی ہیں کہ ہم بھی اس موقع پر وہاں موجود ہوں''۔ امی نے تفصیل بتائی اور بجھے دل سے چلی گئی۔ کتنا دل تھا ان کا کہ ندا کو راحیل کیلیے مانگ لے۔ مگر راحیل نے کبھی کوئی اشارہ نہیں دیا تھا اور اب ایسے موقع پر وہ کیا کہتیں۔
''یہ ندا پوری گھنی ہے مجال ہے جو ہوا بھی لگنے دی ہو''۔ عروسہ کو تو پتنگے لگ گئے۔
''کیا معلوم اسے خود بھی پتہ نہ ہو''۔ عائلہ نے اس کا دفاع کیا۔
''ھیلو' کیا ہو رہا ہے معزز خواتین''۔ راحیل نے اندر آتے ہوئے کہا۔

"یہ تم نے خواتین کسے کہا ہے"۔ دونوں نے بیک وقت گھورا اوراس نے ہنستے ہوئے پکوڑوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"آپ دونوں کو ہی کہا ہے۔ یہاں اور تو کوئی ہے نہیں"۔اس نے عروسہ کو دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"خواتین کی فہرست میں بھابی کو رکھیں بلکہ اب تو ندا بھی اس فہرست میں شامل ہو جائے گی"۔ عروسہ نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔

"ہیں، مگر کیوں؟ وہ اچانک خواتین میں کیسے شامل ہوگئی؟"راحیل نے حیرت سے پوچھا۔

"ان کو پسند کرنے کچھ لوگ آرہے ہیں بلکہ میرا خیال ہے پسند تو پہلے ہی کر چکے ہیں اب بس صرف خانہ پری کر رہے ہیں"۔ عروسہ نے چائے کے لوازمات لے جاتے ہوئے کہا اور راحیل اپنی جگہ بت بنا کھڑا رہ گیا۔ عائلہ نے اس کی حالت کو بڑے غور سے نوٹ کیا۔

کچھ کہے بغیر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ عائلہ لان میں چلی آئی جہاں عروسہ چائے لے جا چکی تھی۔ شرجیل اور ابو بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

"یہ راحیل کہاں رہ گیا۔ جاؤ عروسہ بلا کر لاؤ اسے"۔امی نے اس کی غیر موجودگی کو محسوس کیا۔

"امی ابھی آجائے گا"۔ عروسہ نے سستی دکھائی۔امی نے بری طرح گھورا۔

"میں جاکر بلاتی ہوں"۔عائلہ اٹھی۔

دروازہ ہلکا سا ناک کر کے وہ اندر داخل ہوئی تو دیکھا راحیل دروازے کی طرف پشت کیے کھڑا تھا۔

"راحیل"۔ عائلہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ راحیل پلٹا اور عائلہ اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"یہ تمہیں اچانک کیا ہوا؟" عائلہ نے اس کی طرف اشارہ کیا۔

"کچھ نہیں بھابی، بس ذرا سر بھاری ہو رہا ہے"۔اس نے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھاما۔

"ابھی تو تم بالکل ٹھیک تھے یہ اب اچانک کیا ہوا۔ سچ بتاؤ ندا کی وجہ سے ایسا ہوا ہے نا!" عائلہ اپنے شک کی تصدیق کرنا چاہتی تھی۔

"چھوڑیں بھابی جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا"۔ راحیل کا انداز دکھ لیے ہوئے تھا۔

"ابھی کچھ نہیں ہوا جناب۔ تم اس مجنوں والے حلیے سے باہر آؤ اور فٹافٹ تیار ہو جاؤ۔ باقی کا کام اپنی اس بھابی پر چھوڑ دو"۔ عائلہ نے پیار سے اس کے بال بگاڑتے ہوئے اسے باتھ روم کی طرف دھکیلا۔

"نو مور کمنٹس" عائلہ نے اس کو کچھ کہنے کے لیے منہ کھولتے دیکھا تو فوراً ٹوک دیا اور وہ بھی جلدی سے باتھ روم کی طرف بڑھا۔ عائلہ باہر چلی آئی۔

"آرہا ہے وہ"۔ عائلہ نے کہا اور چیئر پر بیٹھ گئی۔ "امی کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ندا کو ہم اپنے راحیل کے لیے مانگ لیں۔ ابھی ندا کی باقاعدہ بات پکی تو نہیں ہوئی"۔ عائلہ نے امی کی طرف آس بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب کیا راحیل نے کچھ کہا ہے؟" امی چونک اٹھیں۔ عائلہ نے سب کچھ تفصیل سے بتادیا۔

"بس امی ہمیں ندا کو بھی بھابی بنانا ہے"۔ عروسہ کی تو دلی مراد بر آئی۔ ندا اس کی تایا زاد ہی نہیں بیسٹ فرینڈ بھی تھی۔

digest library.com

''ارے لڑکیو دم تو لو۔ تم لوگ تو ہتھیلی پر سرسوں جما رہی ہو۔ اتنی جلدی کیسے ہوگا یہ سب''۔ امی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ خوش تو وہ بھی ہوگئی تھیں کہ یہ ان کی دلی آرزو تھی۔

''بس امی آپ کچھ نہ کریں سب کچھ ہم پر چھوڑ دیں۔ ابو آپ تایا ابو کو کال کر کے کہہ دیں کہ وہ ان لوگوں کو کوئی بہانہ بنا کر منع کر دیں جب گھر میں اتنا اچھا لڑکا موجود ہے تو بھلا ہم ادھر ادھر کیوں دیکھیں اور شرجیل آپ مجھے اور عروسہ کو فوراً مارکیٹ لے کر جائیں' ہم ندا کیلیے جلدی سے ریڈی میڈ سوٹ اور انگوٹھی لے آتے ہیں باقی سب کچھ بعد میں ہوتا رہے گا''۔ عائلہ نے جھٹ پٹ پروگرام سیٹ کیا اور سب نے ہی اس کی تائید کی۔ ابو تو فوراً بھائی کو کال کرنے چلے گئے۔ شرجیل کو عائلہ کا اپنے گھر والوں کے لیے اتنا پوزیٹیو ہونا اچھا لگا۔

''ارے بھئی جس کا قصور ہے بھگتے بھی وہی۔ میں بیچارہ کس کھاتے میں مارا مارا پھروں''۔ راحیل کو آتے دیکھ کر شرجیل نے شرارت سے کہا۔ امی نے آگے بڑھ کر راحیل کا ماتھا چوم لیا۔

''تھینک یو بیٹا تم نے تو میرے دل کی خواہش پوری کر دی''۔ راحیل جھینپ گیا۔ عائلہ نے اسے وکٹری کا نشان بنایا اور وہ بھی مسکرا دیا۔

پھر راحیل ہی ان کو لے کر مارکیٹ آیا۔ دونوں نے جلدی میں بھی بہت خوبصورت سوٹ پیک کروا دیا اور جیولری کی دکان سے ایک ہلکا سا سیٹ اور ایک خوبصورت انگوٹھی پسند کی اور پے منٹ کر کے باہر آگئیں۔ عائلہ نے ہر چیز میں راحیل کی پسند کو مدنظر رکھا تھا اور راحیل تو ان کا ممنون ہو رہا تھا جس کی بدولت یہ سب ممکن ہوا تھا۔

شام کو سب تیار ہو کر اعظم ولا چلے آئے۔ پاس ہی تو گھر تھا۔ تائی امی نے خوشی خوشی سب کا استقبال کیا۔ ان کی بیٹی ان کی نظروں کے سامنے رہے۔ اس سے بڑی خوشی کی بات ان کے لیے بھلا اور کیا ہوسکتی تھی۔

''یہ ندا کہاں ہے تائی امی؟'' عروسہ نے پوچھا۔

''پتہ نہیں کب سے اوپر چھت پر بیٹھی ہے۔ اس لڑکی کی تو کوئی کل سیدھی نہیں''۔ تائی امی سخت نالاں تھیں۔ عروسہ اٹھنے لگی مگر راحیل کے اشارے پر بیٹھ گئی۔ راحیل سب کی نظر بچا کر اوپر چلا آیا۔ آخر اس کی رائے جاننا بھی تو ضروری تھا۔

وہ دیوار کی طرف منہ کیے کھڑی تھی۔ راحیل دبے قدموں اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

''منگنی مبارک ہو ندا اعظم۔ لگتا ہے بہت خوش ہو''۔ اس کی آواز پر ندا تڑپ کر پلٹی اس کی حالت دیکھ کر راحیل حیران ہوا۔ الجھے بال' بکھرا حلیہ' متورم آنکھیں لگتا تھا سارا دن روتی رہی ہے اور پھر وہ آگے بڑھ کر اس کے کندھے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''راحیل پلیز' بابا کو منع کر دو۔ میں یہ منگنی نہیں کرنا چاہتی''۔ اس نے ہچکیوں کے درمیان کہا۔

راحیل تو گنگ کھڑا رہ گیا۔ پھر آہستگی سے اسے خود سے الگ کیا۔ اب ستانے کو جی چاہ رہا تھا۔

''سوری یار اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ وہ لوگ پوری تیاری کے ساتھ آئے بیٹھے ہیں۔ انگوٹھی بھی ساتھ لے کر آئے ہیں۔ شاید رسم کر کے جائیں''۔ راحیل نے مسکراہٹ دباتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا' کیا مطلب تم سچ کہہ رہے ہو؟''

''تمہاری قسم بالکل سچ کہہ رہا ہوں''۔ راحیل نے ہنوز سنجیدگی سے کہا۔

''کہہ دیا نا میں نے کوئی منگنی ونگنی نہیں کرنی۔ جا کر کہہ دو سب سے''۔ ندا چیخ گئی۔

''یہ سب تم تایا ابو سے جا کر خود کہو۔ چلو جلدی وہ سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں''۔ راحیل اسے ہاتھ سے پکڑ کر نیچے لاتے ہوئے بولا۔

''ہاتھ چھوڑو میرا۔ تم تو ہو ہی میرے دشمن۔ آئی ہیٹ یو راحیل کمال''۔ اس نے نفرت سے کہہ کر ہاتھ چھڑایا۔

''او کے او کے۔ محبت کرنے کے لیے عمر پڑی ہے۔ چلو جلدی''۔ اتنے میں عروسہ اور عائلہ بھی اسے لینے آ گئی۔ عروسہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا اور چٹ چٹ پیار کیا۔ آج تو اس پر خوب ہی پیار آ رہا تھا۔

دونوں ہی زبردستی اسے اندر لائیں اور تیار کرنے لگیں۔ اس کے غصے اور انکار کو دونوں ہی خاطر میں نہ لائیں۔ عائلہ کا دل تو چاہا اسے سب کچھ بتا دے مگر دیور جی کی دھمکی اسے سرپرائز دینا ہے۔ سو منہ بند رکھا۔ دونوں ہی اسے فٹافٹ تیار کر کے ڈرائنگ روم میں لے آئیں۔

''ماشاء اللہ آج تو ہماری بیٹی چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہے''۔ امی نے اسے ساتھ لپٹا کر پیار کیا اور اپنے ساتھ ہی بٹھالیا۔ ندا نے کن اکھیوں سے جائزہ لیا۔ مہمان تو نظر نہیں آ رہے تھے۔ سب ہی گھر کے لوگ تھے۔ راحیل بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا وہ مزید حیران ہوئی۔ یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔ ابھی وہ حیرت کے سمندر میں مزید غوطے لگاتی کہ چچی جان کی آواز اسے واپس حال میں لے آئی۔

''اجازت ہے بھائی صاحب؟'' چچی جان نے تایا ابو سے اجازت لی اور انہوں نے سر ہلا کر اشارہ دیا۔ امی نے انگوٹھی راحیل کی طرف بڑھائی کہ وہ ندا کو پہنائے۔ اس نے جھٹ انگوٹھی پکڑ کر اس کی انگلی میں پہنا دی۔ اس کی جلد بازی پر سب ہنس پڑے۔ تائی امی نے ندا کو انگوٹھی دی کہ وہ بھی راحیل کو پہنا دے۔ راحیل نے جھٹ ہاتھ آگے بڑھایا اور ندا نے دھیرے سے انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنا دی۔ دونوں کی نظریں ملیں تو راحیل کی آنکھوں میں وارفتگی تھی جبکہ ندا کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ شرم تھی۔ وہ تو اس کایا پلٹ پر حیران تھی۔ گویا تقدیر اس پر مہربان ہو گئی تھی۔

پھر سب نے باری باری اسے گفٹ دیے اور کچھ دیر بعد وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ بڑوں کے سامنے سخت شرم آ رہی تھی۔

''ہوں تو چپکے چپکے یہ سلسلہ چل رہا تھا اور ہمیں کانوں کان خبر نہ ہوئی''۔ عائلہ نے کمرے میں آ کر اس کے کان کھینچے۔

''بھابی کان تو چھوڑیں۔ کیسا سلسلہ اور کون سا سلسلہ''۔ اس نے تجاہل عارفانہ سے کہا۔

''زیادہ بنو مت محترمہ اور جلدی اُگلو یہ سلسلہ کب سے ہے؟''

''رئیلی بھابی مجھے خود بھی نہیں پتہ کہ کب راحیل سے لڑتے لڑتے میں اس سے محبت کر بیٹھی ہوں''۔ اس نے شرماتے ہوئے اعتراف کیا۔

''دوسری طرف بھی جناب مجنوں بنے ہوئے تھے۔ یہ تو ہمیں دعا دو کہ دونوں لیلیٰ مجنوں کو ملا دیا ورنہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھانتے''۔ عائلہ نے گردن اکڑائی۔ عروسہ اور ندا مسکرا دیں۔

''تھینک یو بھابی۔ آپ نے واقعی مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے''۔ ندا نے اس کے ہاتھ عقیدت سے تھام لیے۔

digest library.com

''یار احسان تم پر نہیں خود پر کیا ہے۔ ظاہر ہے دیورانی تو تمہیں میری ہی بن کر آنا ہے۔ میں نے سوچا پتہ نہیں کیسی دیورانی سے پالا پڑے لہٰذا ندا ہی ٹھیک ہے''۔ عائلہ نے مسخرے پن سے کہا تو دونوں ہنس دیں۔

''چلو عروسہ سب بیٹھے چائے کا انتظار کر رہے ہیں اور ہم یہاں آ کر بیٹھ گئے۔ یہ بی بنو تو اب سپنوں میں کھوئی رہے گی''۔ عائلہ نے ندا کو چھیڑا اور عروسہ کو لے کر چلی گئی۔ ندا دھیرے سے مسکرا دی۔ راحیل موقع دیکھ کر ندا کے کمرے میں دبے پاؤں چلا آیا۔

ندا جو سر جھکائے انگوٹھی کو انگلی میں گھما رہی تھی اس کی موجودگی سے چونک اٹھی اور اس کی محبت لٹاتی نظروں سے نظریں ملیں تو سٹپٹا کر نگاہیں جھکا دیں۔

''تم تو کہہ رہی تھیں کہ منگنی نہیں کرنی اور اب یہاں بیٹھی خود بخود مسکرا رہی ہو''۔ راحیل نے چھیڑا تو وہ اپنی حرکت یاد کر کے بری طرح جھینپ گئی۔

''آپ یہاں کیوں آ گئے پلیز باہر جایئے''۔ ندا نے رخ موڑتے ہوئے کہا۔

''اوہو تو اب ہم آپ ہو گئے''۔ راحیل نے پھر چھیڑا اور کندھوں سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔

''ندا ڈیئر محبت میں تم سے کرتا تھا تو پھر کسی اور کو کیسے یہ اختیار دیتا کہ وہ تمہیں لے کر چلا جائے''۔ راحیل نے محبت سے بھرپور نظروں سے اسے دیکھا اور پھر جیب سے خوبصورت بریسلٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں پہنایا اور دھیرے سے اس کا ہاتھ دبا کر چھوڑ دیا اور ندا شرماتی بجاتی' نظریں چراتی وہ راحیل کمال کے دل میں اترتی چلی گئی۔

شرجیل کتاب پڑھ رہا تھا۔ عائلہ معمول کے کام نمٹا کر کمرے میں چلی آئی۔ پھر جلدی جلدی اس کے آفس کے کپڑے استری کیے۔ ٹائی' موزے اور رومال سب ترتیب سے رکھ کر شرجیل کے قریب صوفے پر بیٹھ گئی۔

''شکر ہے راحیل اور ندا کے دل کا حال بروقت پتہ چل گیا ورنہ بہت برا ہوتا''۔ عائلہ نے شکر کرتے ہوئے کہا۔

''ہوں واقعی۔ دونوں ہی گھنے ہیں' ہوا تک لگنے نہیں دی''۔ شرجیل بھی ان کے ملن سے مطمئن تھا۔ ''میں تمہارا ابھی بہت مشکور ہوں تم نے راحیل اور ندا کی بہت خلوص سے مدد کی۔ شرجیل اس کا ممنون ہوا۔

''اس گھر کے فرد ہونے کی حیثیت سے یہ میرا فرض تھا۔ راحیل میرا ابھی کچھ لگتا ہے۔ اس کا انداز خفا خفا سا تھا۔ شرجیل اس کے انداز پر چونک گیا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر شرجیل نے ہی خاموشی کو توڑا۔

''خیام احمد کا فون آیا تھا' وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے''۔ شرجیل نے اسے اطلاع دی۔ عائلہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''شاید وہ آج کل میں دوبارہ فون کرے''۔ شرجیل نے مزید کہا۔

''مجھے کچھ کام ہے۔ میں ابھی آئی''۔ عائلہ اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ سرجیل اس کے اس مبہم انداز پر جز بز ہو گیا۔

''میں تمہارے اس پہلو تہی کو کیا سمجھوں۔ کیا میں خوش گمان ہو جاؤں کہ تم خیام احمد کے سنگ نہیں بلکہ شرجیل کمال کے سنگ زندگی گزارنا چاہتی ہو۔ کیا میں اپنی خوش بختی پر یقین کر لوں''۔ شرجیل

سوچوں میں الجھتا چلا گیا۔

عائلہ، عروسہ اور ندا لاؤنج میں بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔ ندا منگنی کے بعد آج آئی تھی جس کی وجہ سے دونوں ہی نے خوب خوب اس کی درگت بنائی تھی۔ اب مزے سے ڈرائی فروٹ کھانے کے ساتھ ساتھ باتوں کا اسٹاک بھی جاری تھا۔ دفعتاً لاؤنج میں پڑا فون بج اٹھا۔ عروسہ تو فوراً پاؤں پسار گئی۔ ندا نے بھی ادھر ادھر دیکھنا شروع کردیا۔ عائلہ نے دونوں کو کاہلی پر بری طرح گھورا اور ناچار خود اٹھ کر فون تک آ گئی۔

''ھیلو جی کون بول رہے ہیں؟'' عائلہ نے پوچھا۔

''جی یہ شرجیل صاحب کا گھر ہے۔ آپ کون صاحب بول رہے ہیں؟'' عائلہ نے تصدیق کرتے ہوئے پوچھا۔

''جج جی...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا''۔ عائلہ کی چیخ نے اُن دونوں کو بھی متوجہ کیا۔ ریسیور اس کے ہاتھ سے گر کر لٹک رہا تھا۔ عروسہ اور ندا تیزی سے اس کی طرف بڑھیں۔ ندا نے اسے سنبھالا اور عروسہ نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا مگر دوسری طرف جو خبر دی گئی اس نے اسے بھی حواس باختہ کردیا۔

''کون ہے عروسہ۔ پلیز بتاؤ۔ جلدی بتاؤ۔ مجھے ہول اٹھ رہے ہیں''۔ ندا اس صورت حال سے گھبرا گئی۔

''وہ......! وہ شرجیل بھیا......'' عروسہ بات پوری کیے بنا رو پڑی۔

''بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے شرجیل بھیا کو؟'' ندا نے عائلہ کو صوفے پر بٹھاتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

''اسپتال سے فون تھا۔ ان کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے''۔ عروسہ نے روتے ہوئے جو تفصیل بتائی اس نے ندا کو بھی پریشان کردیا۔ ابو اپنے کمرے میں تھے۔ انہوں نے جلدی سے انہیں اطلاع دی۔ امی کی حالت تو خراب ہوگئی۔ ابو نے اسپتال کا نام پوچھا۔ راحیل کو موبائل پر اطلاع دی۔ ندا نے اپنے امی ابو کو حادثے کی خبر دی اور سب اسپتال کی طرف دوڑے۔

شرجیل کا ایکسیڈنٹ بہت شدید تھا۔ اسے بہت زیادہ چوٹیں آئی تھیں۔ وہ آئی سی یو میں تھا۔ وہ سب وہیں نڈھال ہوکر بیٹھ گئے۔ سب کی زبان پر دعائیہ کلمات تھے۔ سب سے بری حالت امی اور عائلہ کی تھی۔ عروسہ اور ندا کی خود بھی حالت غیر تھی مگر ان دونوں کو بھی سنبھال رہی تھیں۔ راحیل نے کمال الزمان کو بھی اطلاع کردی تھی وہ بھی سنتے ہی دوڑے چلے آئے۔

عائلہ نے پاپا کو دیکھا تو ضبط کھو بیٹھی اور ان کے سینے سے لگ کر جو رونا شروع کیا تو انہیں چپ کروانا مشکل ہوگیا۔ وہ برابر اسے تسلیاں دے رہے تھے۔ خود ان کی حالت بھی خراب تھی۔ شرجیل ان کا داماد تھا اور بیٹی کے حوالے سے وہ بھی عزیز تھا۔

کمال صاحب ضبط کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ راحیل کی آنکھیں سرخ لال ہوچکی تھیں۔ وہ کبھی بینچ پر بیٹھ جاتا اور کبھی یہاں سے وہاں تک چکر لگانا شروع کردیتا۔ اعظم صاحب کو چپ لگ گئی تھی۔

ڈاکٹرز اپنی ہر ممکن کوشش کررہے تھے۔ مگر شرجیل کو چوٹیں بہت شدید آئی تھیں۔ عائلہ وہیں ایک طرف جائے نماز بچھا کر بیٹھ گئی اور خدا سے رو رو کر اس کی زندگی کی بھیک مانگنے لگی۔

digest library.com

شرجیل کمال تم یوں مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔تم نے تو مجھ سے پیپر میرج کی تھی مگر ہم مشرقی لڑکیاں شادی صرف ایک بار کرتی ہیں چاہے وہ پیپر میرج ہی کیوں نہ ہو اور پھر اپنے مجازی خدا کو اپنا سب کچھ مان لیتی ہیں۔آپ کو کیا پتہ میں نے تو پہلے دن ہی آپ کو اپنا ناخدا مان لیا تھا۔میں تو پورہ پورا آپ کی ہوچکی ہوں اور آپ یوں کچھ کہے سنے بغیر مجھ سے دامن نہیں چھڑا سکتے۔

اے میرے رب تو بہت غفور ہے۔بہت رحیم ہے۔تو میرا شرجیل مجھے لوٹا دے۔میرے خدا اسے زندگی دے دے۔اے رب رحیم میری جھولی کو خالی مت کر یا اللہ تو بڑا نوازنے والا ہے۔

میرے مولا تیرے دربار سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں جاتا۔یا اللہ میں تجھ سے شرجیل کمال کی زندگی کی بھیک مانگتی ہوں''۔وہ سجدے میں گری گڑگڑا کر اپنے رب سے شرجیل کی زندگی کے لیے دعا گو تھی۔

''بھابی جان''۔راحیل نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔خود اس کی آنکھیں بھی ضبط گریہ سے سرخ ہوچکی تھیں۔

''نہیں راحیل پلیز۔کوئی بری خبر مت سنانا۔پلیز راحیل میں جی نہیں پاؤں گی''۔اس نے وحشت زدہ ہوکر اس کے ہاتھ پکڑے اور ہذیانی انداز میں چلائی۔

''بھابی پلیز کول ڈاؤن۔اللہ نے ہماری سُن لی ہے۔بھیا کو ہوش آ گیا ہے''۔راحیل کی آواز تھی کہ کوئی مژدہ جانفزا۔گویا اس کے جسم میں نئی روح پھونک گئی۔

''تم......تم سچ کہہ رہے ہو نا راحیل!''اس کی آنکھوں میں یقین و گمان کے سائے لرز رہے تھے۔

''ہاں بھابی' اللہ نے کرم کردیا ہے۔بھائی جان اب خطرے سے باہر ہیں''۔راحیل نے اسے ساتھ لگاتے ہوئے کہا اور عائلہ خود پر ضبط نہ کرسکی اور اس کے کندھے پر سر رکھ کر رو پڑی۔راحیل اس کا سر تھپکتا رہا۔

شرجیل کے ہوش میں آنے کی خبر نے سب میں خوشی کی لہر دوڑا دی۔امی جان اور تائی امی نے فوراً صدقہ دیا۔ندا اور عروسہ کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو آ گئے۔کمال صاحب کو لگا ان کی کھوئی ہوئی طاقت بحال ہوگئی ہو۔اعظم صاحب کی چپ بھی ٹوٹ گئی۔کامران خان خود کو دوبارہ توانا محسوس کرنے لگے۔الغرض ابھی کچھ دیر قبل جہاں مایوسیوں کے ڈیرے تھے اب وہاں خوشیوں کے سائے رقصاں تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد شرجیل کو پرائیویٹ روم میں شفٹ کردیا گیا۔ان سب کو ملنے کی اجازت تو مل گئی تھی مگر ڈاکٹر نے سختی سے تاکید کی تھی کہ مریض کے پاس کوئی اموشنل سین کری ایٹ نہ کیا جائے۔سب نے ہی ان کی تاکید پر سر ہلایا تھا اور یوں اب سب ہی اس کے پاس تھے۔امی نے بے اختیار اس کا ماتھا چوما اور اپنے آنسو اپنے اندر اتار لیے۔کمال صاحب اور اعظم صاحب نے بھی اسے پیار کیا۔کامران خان نے بھی بے اختیار آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوما اور اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعائیں دیں۔تائی امی نے آگے بڑھ کر اسے پیار کیا اور اس کے سر پر سے پیسے وار کر کے راحیل کو دیے کہ باہر غریبوں میں بانٹ دے۔ندا اور عروسہ اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئیں۔راحیل بھی پاس ہی آ گیا۔عائلہ بھی بیڈ کے سائیڈ پر سر جھکائے کھڑی تھی۔

شرجیل نقاہت محسوس کررہا تھا۔ مگر ان سب کی دلجوئی کے لیے مسکرارہا تھا۔

ڈاکٹر کی ہدایت کی وجہ سے سب ہی کچھ دیر اس کے پاس بیٹھ کر چلے گئے۔ اب صرف راحیل اور عائلہ اس کے پاس تھے۔ امی کو راحیل نے زبردستی بھیج دیا تھا۔

شرجیل دواؤں کے زیر اثر سو رہا تھا۔ راحیل کپڑے چینج کرنے گیا تھا۔ عائلہ وہیں بیٹھی اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی۔ اس کے لمبے چوڑے وجود کو یوں پٹیوں میں جکڑے دیکھ کر اس کا دل دکھ سے بھر گیا۔ بار بار اس کی آنکھیں بھیگ جاتیں۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بار بار اللہ کا شکر ادا کرتی جس نے اسے نئی زندگی دی۔

راحیل واپس آیا تو ساتھ عروسہ اور ندا بھی تھیں۔

''کیسی طبیعت ہے بھیا کی؟'' دونوں ہی نے آہستہ آواز میں پوچھا مبادا شرجیل کی نیند خراب ہو۔

''اب بہتر ہے۔ ڈاکٹر نے آرام کا انجکشن لگادیا ہے اسی لیے سو رہے ہیں''۔ عائلہ نے بھی دھیرے سے جواب دیا۔ کچھ دیر بعد شرجیل اٹھ گیا۔

راحیل نے ڈاکٹرز سے مشورہ کیا کہ آیا اسے گھر لے جایا جاسکتا ہے کہ نہیں۔ ڈاکٹرز نے علاج میں احتیاط کرنے اور پرہیز کرنے کی تلقین کے ساتھ انہیں اجازت دے دی کہ وہ اسے لے جاسکتے ہیں۔

گھر آنے کے بعد تو پورا گھر اس کی خدمت پر کمر بستہ ہوگیا۔ عائلہ نے تو کھانا پینا تک حرام کر رکھا تھا۔ دو دو دن تک تو اسے لباس بدلنے کا بھی خیال نہ رہتا۔ اس کی ہلکی سی آہ پر وہ اس کے سرہانے بیٹھی ہوتی۔ ساری ساری رات جاگ کر گزار دیتی۔ شرجیل تو اس کی حالت دیکھ دیکھ کر حیران ہورہا تھا۔ کیا وہ واقعی مجھ سے محبت کرتی ہے اس نے خود سے پوچھا۔ دل نے کہا کہ تم اب بھی اس کی محبت پر شک کرتے ہو جس نے اپنا آپ تمہارے لیے فراموش کردیا ہے۔ دل ناداں خوش فہم تو ہو چلا تھا مگر خیام احمد نام کا کانٹا ابھی بھی دل میں چبھتا تھا۔

مسلسل آرام اور مکمل علاج سے شرجیل بہت جلد سنبھل گیا تھا۔ اب وہ کافی بہتر تھا مگر آفس جانے کی اجازت ابھی بھی نہیں تھی۔ وہ گھر میں بیٹھے بیٹھے بور ہوگیا تھا مگر عائلہ اور امی نے آفس جانے پر سخت پابندی لگا رکھی تھی۔ زندگی آہستہ آہستہ معمول پر آ رہی تھی۔

digest library.com

عائلہ نماز پڑھ کر شرجیل کیلیے دودھ کا گلاس لے کر آئی۔ شرجیل موبائل کان سے لگائے کسی سے باتوں میں مصروف تھا۔ اس نے گلاس پاس پڑی تپائی پر رکھ دیا اور کمرے میں بکھری چیزیں سمیٹنے لگی۔

''ہاں یار خیام اب تو بالکل ٹھیک ہوں۔ شکر ہے اللہ کا''۔ خیام کا نام سن کر عائلہ کے کان کھڑے ہوگئے۔

''ہاں سب خیریت ہے۔ ہاں یہیں پر ہے لو بات کرلو''۔ شرجیل نے بجھے دل سے موبائل اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے موبائل لے کر کان سے لگایا۔

''ہیلو عائلہ کیسی ہو؟'' خیام نے دوسری طرف سے بے قراری سے پوچھا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کہیے مسٹر خیام احمد

آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟'' اس کے سرد اور اجنبی انداز نے خیام کے ساتھ ساتھ شرجیل کو بھی چونکا دیا۔

''یہ تم کس طرح بات کر رہی ہو عائلہ؟'' دوسری طرف خیام احمد اس کے اس انداز پر حیران تھا۔

''میں اجنبی لوگوں سے اسی انداز میں بات کرتی ہوں''۔ عائلہ کا انداز ہنوز سرد تھا۔

''ہم اجنبی تو نہیں ہیں عائلہ''۔ خیام احمد کے لہجے میں گئے دنوں کی تھکن تھی۔

''دیکھیے مسٹر خیام احمد میں شرجیل کمال کی بیوی ہوں اور مجھے امید ہے آپ آئندہ یہ رشتہ یاد رکھیں گے''۔ عائلہ نے موبائل شرجیل کی طرف تقریباً پھینک دیا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

شرجیل تو شاک کی حالت میں تھا۔ کیا جو عائلہ نے کہا وہ سچ تھا' یا وہ کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔ دوسری طرف خیام احمد ھیلو ھیلو کر رہا تھا۔ شرجیل نے موبائل کان سے لگایا۔

''ھیلو شرجیل' یہ عائلہ کو کیا ہوگیا ہے؟'' خیام احمد کی پریشان کن آواز ابھری۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں خیام۔ حالانکہ خدا گواہ ہے میں نے تمہاری امانت میں خیانت کے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں۔ عائلہ جیسی کل تھی ویسی آج ہے''۔ شرجیل شرمندہ تھا اپنے دوست سے۔

''میں جانتا ہوں یار۔ تم پر تو خود سے زیادہ اعتماد ہے۔ لیکن یار ہم ساری پلاننگ کرتے ہوئے یہ بھول گئے کہ عائلہ مشرق کی بیٹی ہے اور مشرق کی بیٹی شادی ایک بار کرتی ہے''۔ خیام احمد نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

''ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر میں پھر بھی تم سے شرمندہ ہوں''۔ شرجیل نے اس سے معذرت کی۔

''نہیں یار اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔ بس ایک بات ہے اگر عائلہ نے دل سے تمہیں اپنا سب کچھ مان لیا ہے تو تم اسے بہت محبت دینا۔ عائلہ بہت اچھی لڑکی ہے اور تم بہت خوش قسمت ہو جو عائلہ تمہارا نصیب بنی''۔ خیام احمد کے لہجے میں اس کے لیے رشک کے جذبات تھے۔

''او کے یار' میں دیکھتا ہوں اسے۔ پتہ نہیں کہاں چلی گئی۔ تم اپنا خیال رکھنا''۔

''او کے خدا حافظ''۔ خیام احمد نے رابطہ منقطع کر دیا۔

ابھی وہ اس کے پیچھے جانے کے لیے اٹھا ہی تھا کہ وہ سرخ چہرے اور متورم آنکھوں سے اندر داخل ہوئی۔ یقیناً وہ روتی رہی تھی۔

آتے ہی وہ وارڈروب کی طرف بڑھ گئی اور اب اس میں سر دیے یوں ہی چیزوں کو ادھر ادھر کرتی رہی۔ شرجیل دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا آیا اور دونوں ہاتھ اس کے دائیں بائیں رکھ کر یوں کھڑا ہوگیا کہ اس کے فرار کی ساری راہیں مسدود ہوگئیں۔

''پلیز جانے دیں مجھے''۔ اس نے اس کے ہاتھوں کو جھٹکنا چاہا مگر گرفت اتنی کمزور نہیں تھی۔

''اب تمہیں جانے دوں یہ ممکن نہیں''۔ اس کی آنکھوں میں محبت کا جہاں آباد تھا۔

''پلیز بند کردیں یہ ناٹک۔ آپ مرد لوگ پتہ نہیں عورت ذات کو کیا سمجھتے ہیں۔ شاید اپنی جھوٹی انا اور تسکین کا ذریعہ۔ ایک مرد نے اپنے فیوچر کو بنانے کیلیے ایک عورت کی قربانی دی اور دوسرے مرد نے دوستی کے باب میں خود کو عظیم بنانے کیلیے عورت کی قربانی دی۔ نقصان تو دونوں صورتوں میں

digest library.com

عورت کا ہی ہوا نا۔ آپ مرد لوگوں کا تو کچھ نہیں بگڑا''۔ عائلہ پھٹ پڑی اور شرجیل ندامت سے سر جھکا کر رہ گیا۔ عائلہ اُس کے حصار سے تڑپ کر نکلی۔

''کیا آپ جان سکتے ہیں عورت ذات کا دکھ۔ پیپر میرج آپ مرد لوگوں کیلیے آسان ہوگا عورت کے لیے۔ موت کے مترادف ہے۔ خیام احمد نے سوچا اپنا فیوچر بنالوں اور عائلہ خان کو بھی قید کردوں تا کہ دونوں طرف فائدہ ہی فائدہ، مگر یہ نہ سوچا کہ عائلہ خان کی ذات کو اس نے کتنا رزال کر دیا۔ کسی کی زندگی میں جبراً داخل ہونا عورت ذات کیلیے گالی سے کم نہیں''۔ عائلہ دکھ کی شدت سے چور چور لہجے میں بول رہی تھی اور شرجیل تو گم صم ہوکر رہ گیا تھا۔ واقعی اُن لوگوں نے اتنی گہرائی سے کہاں سوچا تھا۔

''شرجیل کمال صاحب آپ نے کیا کیا۔ آپ نے دوستی کے رشتے پر آنچ نہیں آنے دی۔ آپ نے بھی سوچا چلو قربانی کیلیے عائلہ خان ہے۔ آپ کو تو عظیم انسان کا ایوارڈ مل جاتا۔ جذبات روندے جاتے اگر کسی کے تو وہ عائلہ خان کے۔ عائلہ خان کی ذات کو آپ دو مردوں نے بری طرح پامال کردیا''۔ عائلہ بری طرح رودی۔ شرجیل نے تڑپ کر اسے اپنے قریب کیا۔

''پلیز عائلہ بس کردو۔ مجھے اور اپنی نظروں میں نہ گراؤ''۔ شرجیل نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے اور عائلہ اس کے ہاتھ پکڑ کر اور شدت سے رودی۔

''شرجیل، کیا آپ نے سوچا تھا کہ اس شادی سے صرف میں اور آپ وابستہ نہیں تھے۔ اس سے میرے پاپا کی اور آپ کی امی ابو کی خوشیاں جڑی تھیں۔ آپ کے بہن بھائی کے ارمان جڑے تھے۔ انہیں کتنا دکھ ہوتا اگر یہ شادی یوں بلاوجہ ٹوٹ جاتی۔ آپ نے ان سب کے بارے میں کیوں نہ سوچا۔ سوچا تو صرف اپنے خود غرض دوست کیلیے جس نے اپنی غرض پر ہم دونوں کو قربان کرنا چاہا''۔ عائلہ کے لبوں سے الفاظ شکوؤں کی صورت نکل کر شرجیل کے دل میں ترازو ہورہے تھے۔

''کیا آپ کو اس ایک سال میں مجھ سے ذرا بھی لگاؤ محسوس نہیں ہوا''۔ عائلہ کے سوال پر شرجیل نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا۔

''نہیں عائلہ میاں بیوی کے رشتے میں محبت ضروری ہوتی ہے اور میں یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ میں اول روز سے ہی تم سے محبت کرنے لگا تھا مگر وعدے کی پاسداری پر مجبور تھا''۔ شرجیل کے اعتراف محبت نے عائلہ کو پُرسکون کردیا۔

''تب ہی تو مجھے اتنی آسانی سے چھوڑ رہے تھے''۔ نہ چاہتے ہوئے بھی شکوہ عائلہ کے لبوں سے پھسل پڑا۔

''تم کیا سمجھتی ہو تمہیں چھوڑ کر شرجیل کمال زندہ رہتا۔ نہیں عائلہ خان مرجاتا میں''۔ شرجیل کے لہجے میں جذبے آنچ دے رہے تھے۔ عائلہ نے تڑپ کر اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔

''اب پلیز یہ مرنے کی باتیں مت کریں''۔

''ٹھیک ہے نہیں کرتا۔ چلو پیار کی باتیں کر لیتے ہیں''۔ شرجیل یکدم شوخ ہوا اور عائلہ خان فرار کی راہیں تلاش کرنے لگی اور کوئی راہ فرار نہ پا کر اس کی محفوظ پناہ میں خود کو سونپ دیا۔

digest library.com

WWW.PAKISTAN.WEB.

بار جب یہ جملہ دہرایا تو امی بری طرح چڑ گئیں۔

"اُفوہ! سوؤ گی تو جگاؤں گی نا۔ عجیب پاگل لڑکی ہے۔" امی کی بڑبڑاہٹ سن کر آپا اور افشی کے چہرے پر مسکراہٹ امڈ آئی، لیکن وہ برا مانے بغیر تکیے میں منہ گھسیڑ کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☼ ☼ ☼

ان کا آبائی گھر شہر سے کافی دور "خان پور" گاؤں میں تھا۔

جہاں زرتاج خاتون اپنے دو بیٹوں اشفاق احمد اور آفاق احمد کے ساتھ شوہر کی وفات کے بعد برسوں سے مقیم تھیں۔ اشفاق احمد نے باپ کی وفات کے بعد زمین جائیداد وغیرہ کے تمام معاملات سنبھال لیے تھے جبکہ آفاق احمد زمین داری سے شغف نہ رکھنے کی بنا پر شہر میں ملازمت کر رہے تھے۔ نور فاطمہ ان کی چھوٹی اور اکلوتی بہن تھیں۔ زرتاج خاتون نے مناسب وقت پر اپنے تینوں بچوں کی شادیاں کردی تھیں۔ آفاق احمد کے لیے بیوی بچوں کے بغیر شہر میں اکیلے رہنا بہت مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی تینوں بیٹیوں مہرین، افشین اور عنادل کو لے کر مستقل شہر شفٹ ہو گئے۔ ان کی بیوی صفیہ ایک باشعور خاتون تھیں، اس لیے بہت کم عرصہ میں وہاں کے ماحول میں خود کو ایڈجسٹ کرلیا۔ اس تمام عرصہ میں ان کا گاؤں سے رابطہ برابر قائم رہا۔ زرتاج خاتون ضعیف العمری کے باعث سفر نہیں کرسکتی تھیں، اس لیے یہ لوگ عید بقرعید اور دیگر تہواروں پر گاؤں ان سے ملنے چلے جاتے تھے۔ لیکن عنادل کا دل گاؤں میں اپنی دادی کے ہاں زیادہ لگتا تھا۔ اس لیے وہ وہاں جانے کے لیے اکثر بے چین رہا کرتی تھی۔ خاص طور پر دادی کا چھ کھڑکیوں والا بڑا سا کمرا جسے وہ "بنگلہ" کہا کرتی تھیں۔ جس کی چار کھڑکیاں باغ میں کھلتی تھیں اور جہاں رات کی رانی کی خوشبو اسے دیوانہ کردیتی تو "دن کا راجہ" کی مہک وہ اپنے اندر تک اتار لیتی۔ امرود کے گھنے پیڑ پر بلبل علی الصباح نغمہ سرا ہوتی اور کچے پکے امرود ٹپ ٹپ کر کے گرتے چلے جاتے۔ عصر کے وقت دادی اپنے پیڑ پودوں کو پانی سے نہلاتیں اور وہ انگور کی بیلوں میں چھپی کوئل کو ڈھونڈنے میں ہلکان ہو جاتی۔ کوئل تو نہ ملتی، البتہ بیری پر مستیاں کرتی گلہریاں اس کی نظر میں آجاتیں اور وہ گلاب کے پھولوں پر رقص کرتی رنگ برنگی تتلیاں مبہوت ہو کر دیکھتی رہ جاتی۔

اسے اپنی دادی، ان کا چھ کھڑکیوں والا بنگلہ اور انواع اقسام کے پیڑ پودوں سے بھرے سرسبز باغ سے عشق تھا۔

صبح وہ امی کے آواز دینے سے پہلے ہی جاگ رہی تھی۔ وہ چھٹیاں ہمیشہ دادی کے پاس گاؤں جاکر گزارتی تھی۔

"دل! غزین بھائی آئے ہیں تمہیں لینے کے لیے۔ جلدی کرو اب۔" افشی نے دروازے سے جھانک کر اسے اطلاع پہنچائی۔

"اُف! غزین اشفاق... یعنی کہ ٹوٹل بور سفر۔"

وہ گیلے بالوں کو کیچر میں مقید کرتی باہر آگئی۔ امی غزین سے گاؤں اور اہل گاؤں کا حال سننے کے ساتھ ساتھ خاطر تواضع کا بھی برابر انتظام کیے جا رہی تھیں۔

"چلیں؟" اسے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"سنو! دعا کرنا کہ میں بخیر و عافیت اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں اطلاع ملے کہ آنسہ عنادل آفاق کی تو راستے میں ہی "ٹائیں ٹائیں فش" ہو گئی تھیں۔" وہ آہستہ سے افشی کے کان میں بولی تو وہ اسے ایک دھپ رسید کر کے ہنس پڑی۔

"بدتمیز!"

"آپ کی جیپ بہت خوب صورت ہے۔" وہ گفتگو میں پہل کرتے ہوئے توصیفی لہجے میں بولی تھی کیونکہ موصوف تو "جیسے جانتے نہیں پہچانتے نہیں" کی عملی تفسیر بنے اس کے وجود سے یکسر بے نیاز ڈرائیونگ میں مگن تھے۔ جب کہ دل کے لیے زیادہ دیر